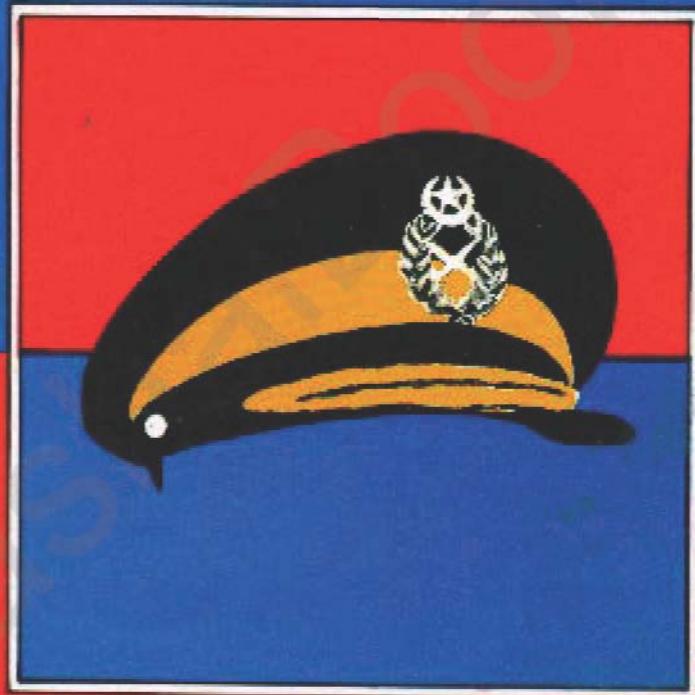


پولیس

شہری معاشرے کا اہم بازو

شفقت تنویر مرزا



مشعل

پولیس

شہری معاشرے کا اہم بازو

شفقت تنویر مرزا

مشعل

آر-بی 5، سینئر فلور، عوامی کمپلکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

پلیس شہری معاشرے کا اہم بازو

شفقت تنویر مرزا

کالی رائٹ اردو (c) 1999 مشعل

ناشر: مشعل

آر-بی-5، سینئر فلور،

عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

فون و فیکس: 042-35866858

Email: mashbks@brain.net.pk

<http://mashalbooks.org>

فہرست

3

ایف آئی آر

13

پولیس-----معاشرہ کا اہم ادارہ

درجہ بدرجہ

عدیلیہ حبہ، پولیس-کوتوال کو پھانسی- لندن شہر میں پولیس کی تشكیل-عوام اور پولیس کا تصادم- پیل میٹرو پالیشن پولیس ایکٹ- اشوك کے افسر اور پولیس- کوٹلیا کا ارکھ شاستر- سعد بن ابی وقار پھریدار عہد خلاف راشدہ میں- امیہ اور عباسی عہد میں احداث اور شرطہ- ابن خلدون کا نظریہ- شریعت کی رو سے جرم و تعمیر- اکبر کا فرمان- رگ وید میں تقسیم انتظام- کوتوال، فوج دار، شقدار مقدم، داروغہ- علاوہ الدین خلجی اور قاضی- وکالت کا ادارہ- عدیلیہ اور پولیس

حکمرانی سے پہلے

مدارس اور بمبئی میں پولیس کا نقشہ، ناک، داروغہ، کوتوال، فوجدار، مغلوں کی پسائی، پلاسی کی لڑائی- انگریز شیر ہونے لگے- زمینداروں نے انگریز کی برتری مان لی- بنگال، اودھ وہلی کے حکمران ہار گئے- بنگال میں بھی انگریز عدالت اور پولیس- متعدد قوانین بنے، بدلتے گئے- کلائیو پیسٹنگ اور کاربینوالس- کلکتہ متوازی حکومت ہند کا صدر مقام بن گیا-

چارلس عپر کا تجربہ

سنده میں کامیاب تجربہ- مدارس اور بمبئی کو پیروی کرنا پڑی- اودھ میں یہی چلن عام کیا گیا- پنجاب سرحد کو بھی سنده والا نمونہ دیا گیا- پولیس کو حاکمانہ طاقت کا

ہر اول دستے بنایا گیا۔ کراچی میں رات پرمٹ کے بغیر نکلنا مشکل۔ بڑے شہروں کراچی، حیدر آباد اور شکار پور میں جیل خانے۔

1857ء میں پولیس کا کردار

82

کتاب مکھی اور سورج مکھی۔ تجربہ کارسکھ اور مسلمان شامل۔ 1857ء میں پولیس کا کردار۔ جو انگریزوں کے ساتھ آئے۔ پولیس میں نمائندگی؟، ذیلدار لمبردار بھی پولیس کے ساتھی۔ 1861ء کے پولیس ایکٹ کے بعد۔ پنجاب پولیس ہاگ کانگ میں۔ تین سالوں پر مشتمل (سالانہ) ترقی ایک روپیہ۔ پولیس کمیشن اور 1902ء میں تجوہیں۔ دریائی گھاؤں پر پولیس۔ ریلوے پولیس کی ضرورت، تقاضہ کا محکمہ۔ فنگر پرنٹ بیورو۔ ایک اٹاشہ فورنیسک لیبارٹری، فرنٹنیر کنسٹیبلری۔ پیش پولیس اسٹیبلشمنٹ، قومی رضا کار۔ کتابخانچ۔ آتشیں اسلحہ کا بیورو۔ زنانہ پولیس۔ پولیس بینڈ۔ اس زمانے کے کچھ کوائف۔

130

پولیس ایکٹ 1861ء

150

ماورائے قانون

تشدد کی نئی نئی صورتیں سابق آئی جی۔ فضل حق کی زبانی۔ چھتر پر یہ سے شلوار میں چوہے چھوڑنے تک۔ پولیس مقابلوں میں انعام یافتگان پر لاہور ہائی کورٹ کی تائیخ نوائی۔ جو لاہور ہائی کورٹ نے 1996ء میں کہا وہی ایسٹ انڈیا کمپنی نے 1854ء میں کیا۔ انگریز ایس پی کی بد زبانی کے خلاف جہلم پولیس کی ہڑتاں۔ انگریز ایس پی وار بڑن کا مقابلہ یقین حکم۔ حلیہ لینے کے لیے نوجوان عورتوں کو سر عام نگاہ کیا گیا۔ انگریز گورز، چیف سیکرٹری، کمشنر اور انگریزی اخبار، وار بڑن کے شرمناک کردار کا دفاع کرتے رہے۔ سردار دیال سنگھ چیٹھیہ کا 1890ء میں پولیس کی زیادتوں کے خلاف اخباری جہاد۔

قیام پاکستان سے پہلے کی تنظیم

171

کمیشن بنے، کمیٹیاں بیٹھیں مگر 1861ء والے ڈھانچے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ پولیس افسروں کا لے گئے بار بار بدلتے گئے۔ سیاست میں بھی منہ مارتے رہے۔

چار سال میں پانچ آئی جی تبدیل ہوئے۔

آغاز اور ارتقا

183

سنڌھ پولیس۔ بہاول پور۔ کوئٹہ اور کراچی

ترتیب

187

چھلورے سے سہالہ تک۔ سرگودھا ٹریننگ سنٹر۔ کراچی سنٹر۔ بلگہ دیش کا ساردا
کانچ۔ سنڌھ میں شہداد پور ٹریننگ سکول۔

193

دوسرے ملکوں میں پولیس
تشكیل، ترتیب اور تنظیم
فرانس، پیجیم۔ اٹلی۔ پیجن۔ ڈنمارک، ناروے، سویڈن اور فن لینڈ۔ امریکہ۔
جرمنی۔ انڈونیشیا اور جاپان، اٹرپول، سکاٹ لینڈ۔

216

فرانس کی مہذب پولیس۔۔۔ فلاجی ادارہ بھی۔۔۔
پولیس بھی پل، چارہ اور مسجد و تالاب بنایا کرتی تھی
جاسوسی سکندر اعظم سے۔ 1893ء کی خفیہ رپورٹیں۔ مجرموں کے خاکے۔ گیلی مٹی
پر انگلیوں کے نشانات۔ پہلی بار تار بر قی، ٹیلی فون موڑ گاڑی اور فوٹو گرافی کا
استعمال۔

224

پولیس سے معاشرہ کی توقع
سابق آئی جی پنجاب چوبوری امین کا اظہار خیال؟
سابق آئی جی پنجاب عباس خان نے میرٹ کی وجہیں اڑتی دیکھیں جب لاہور
کی پولیس لائنز میں لڑکیاں لائی جاتی تھیں۔
(سابق ڈی آئی جی اصغر خان ایم این اے)
جب پولیس میں خاص شجرہ نسب کی بھرتی ہوتی تھی۔

240

سیاسی زندگی میں عمل دخل
ڈی ایس پی نے سرکاری امیدوار کیسے کامیاب کرایا۔

246	ایک سال ایک آئینہ انسانی حقوق کے کمیشن کی نظر میں
263	سابق آئی جی کی طرف سے اعتراف گناہ ہر شعبہ میں کارکردگی رو بہ زوال 1991-92 میں لکھے ہوئے احکامات پر صفر کے برابر بھی عمل نہیں ہوا۔
268	کچھ بہادری کی داستانیں۔۔۔ کچھ فرض شناسی کے قصے کچھ تمغے چوڑے سینوں پر کچھ پھول پڑے ہیں قبروں پر۔۔۔ کنگز پولیس میڈل۔۔۔ قائد اعظم پولیس میڈل۔۔۔ پاکستان پولیس میڈل۔۔۔ مگر یہ قربانیاں بھی پولیس کے لیے اجتماعی نیک نامی نہ کہاسکیں۔۔۔
285	کتابیات اشاریہ

ایف آئی آر

کسی بھی ملک میں پولیس کا شعبہ ہی ہوتا ہے جو معاشرے کو بگاڑنے، اقدار کو بر باد کرنے۔ انسان کے وجود، اس کی آزادی تجی زندگی، مال و منال کو چیلنج کرنے، اجتماعی زندگی کو حفظ و امان سے محروم کرنے اور کار و بار حیات کو سبوتاڑ کرنے والے عناصر سے نبرد آزمرا رہتا ہے۔ یوں وہ زیادہ شاگردی اور بہتر تہذیبی منازل کی طرف معاشرے کے سفر کو آسان، پرمایہ، نتیجہ خیز اور تیز تر کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایک ایسی فضائیہ فراہم کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے جس میں قوم اپنی صلاحیتوں کا بہتر طور پر تخلیقی اور پیداواری اظہار کر سکتی ہے۔ ہر فرد تجی اور اجتماعی زندگی میں حقوق و مراعات سے پوری دلجمی کے ساتھ فیض یاب ہو سکتا ہے۔ یہی نہیں، ہر فرد پر معاشرہ یا اجتماع کی طرف سے جو فرانک عائد ہوتے ہیں وہ بھی خوشدنی کے ساتھ پوری تدبیہ سے سر انجام مینے میں لگا رہتا ہے۔

پولیس مدنی زندگی کا یہ مقدس فریضہ ادا کرنے میں کب سے مصروف (یا مفترور) ہے؟ کس ملک میں کس روپ میں سرگرم ہے؟ اس کی تنگ و دوکا حاصل کیا ہے؟ اس کا نفع نقصان کیا ہے؟ ہمارے معاشرے کو عہد قدیم سے عہد حاضر تک پولیس سے کیا نفع نقصان ہوا اور اس کار و بار میں خود پولیس کو کیا کیا طرز ادا کھانی پڑی؟ یہ مختصر سی کتاب انہی سوالوں کو سامنے رکھ کر پیش کی جا رہی ہے۔ جوابات کسی حتی صورت میں فراہم کر کے قاری کے تخيیل کی پرواز، تعمیر اور ذاتی مشاہدے اور تجربے کی وسعت کو پابند کرنے کی بجائے کھلا چھوڑ دیا گیا ہے اس یقین پر کہ پیش کئے جانے والے مواد کے حوالے سے وہ خود حساب کم

وپیش بہتر طور پر کر سکتا ہے۔

کسی ادارے کے قیام، تنظیم و ترکیب، ڈسپلن، حدود، فرائض اور کارکردگی کے بارے میں پہلے مرحلے پر بہترین منصف وہ ہونے ہیں جن سے اولاً اسے واسطہ پڑتا ہے۔ ان کی شہادت زیادہ معتبر ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ سوچنے سمجھنے والے لوگ ہوتے ہیں جو مبصر بھی ہوتے ہیں اور تجزیہ نگار اور ناقد بھی۔ ان میں سے کچھ کا علم براہ راست اور کچھ کا اکتسابی ہوتا ہے۔ آخر میں ان کی گواہی آتی ہے جو خود اس ادارے کا حصہ رہے ہوں۔ یہ گواہی تھوڑی سی دفاعی نوعیت کی بھی ہوتی ہے اور اس میں خود تعریفی کا عصر بھی شامل ہوتا ہے اس کے باوجود ادارے کی ثابت یا نافی کارکردگی کے بارے میں یہی گواہی بڑی معتبر (دستاویزی) بھی قرار پاتی ہے۔

ہمارے ہاں مطالعہ، تحقیق، جتو اور فکری نوعیت کا کام دوسرے شعبوں میں ہی بہت کم ہوا ہے بلکہ بعض اوقات ہوا ہی نہیں تو پھر پولیس والوں سے یہ توقع کرنا کارلا حاصل ہے کہ وہ اپنی پیشہ و رانہ آپ بیتی کے ذریعے عام پڑھنے والوں، پالیسی ساز حکام، معاشرتی مفکرین اور اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والے ہم پیشہ افراد کے لئے کچھ سامان فکر و نظر بھی پیش کریں گے۔ کچھ پچھتاوے کچھ ندامتیں اور کچھ معدن تیں بھی کہ بہر حال یہ ہر سرگزشت کا لازمی حصہ ہوتی ہیں۔ پاکستان میں پولیس والوں نے ایسا کام کیا بھی ہے تو بہت کم اور پھر وہ نظر بھی کم ہی آتا ہے۔ پولیس (بر صغیر پاک و ہند) کی تاریخ کے بارے میں سابق ڈی آئی جی، این۔ اے۔ رضوی کی کتاب ہے جو قابل تعریف ہے۔ کم از کم پولیس کے نقطہ نظر سے۔ اس کتاب سے خاصی خوش چیزیں کی گئی ہے۔ باقی کام ایسے ہی ہیں۔

پنجاب میں اس ادارے کی کارکردگی پر پنجاب کے سابق انپکٹر جزل صاحبان، جناب فضل حق، جناب سردار محمد چودھری، ایں ڈی جامی اور جناب محمد عباس خان نے اپنی رپورٹوں اور مضامین میں ہر بڑے نازک معاملات پر بات کی ہے ان سے پورا استفادہ کیا گیا ہے کہ ان کی حیثیت دستاویزی شہادت کی ہی ہے۔ اسی طرح پولیس مقابلوں کے بعد پولیس والوں کو جب انعامات اور ترقیوں سے نوازا جاتا ہے اس پر لاہور ہائی کورٹ کے ایک تلنگ فیصلہ کا متن بھی شامل ہے۔

فرنگی عہد سے اپنی پولیس کی درجہ بدرجہ صورت پذیری کی تفصیل (یعنی تاریخ) ادارے کی مدنی حیثیت کو مختلف ادوار میں جانے کے لئے لازم ہے۔ اسی طور اس پولیس کا وجود جس قانون کا رہیں منت ہے وہ 1861ء کا پولیس ایکٹ ہے جسے شامل کرنا ضروری ہے۔

نفاذ قانون، قیام و تسلیم، امن و امان، جرائم اور دہشت گردی کے مقابلے میں پولیس کی ایک سال (1995ء) کی کارکردگی کے بارے میں پاکستان کے انسانی حقوق کے کمیشن کی روپورٹ بھی ایک آئینہ کی حیثیت رکھتی ہے جو شامل کتاب ہے۔ پولیس کے رسائل وغیرہ کی فراہمی میں عزیزی محمد ریاض شاہد کا ممنون ہوں جہاں تک پولیس والوں کا تعلق ہے وہ اپنے بارے میں کچھ بتانے سے گریز ہی کرتے ہیں؛ خدا جانے انہیں یہ وہم کیوں ہے کہ ان کے خلاف ایف آئی آر کاٹی جانے والی ہے! اس مضمون یعنی نفاذ قانون، اور جرم و سزا سے متعلق حکماں کے بارے میں پوری طرح سے باخبر ہونے کا کوئی دعوی نہیں اس لئے کتاب میں پائے جانے والے نقائص کی ذمہ داری کسی دوسرے پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اسی طرح اگر کہیں توازن ڈگا گیا ہے تو اس کے لئے پیشگی معدور ہے۔

اسی روز گوجرانوالہ کے الیں الیں پی
اشرف مارکھ کو قتل کیا گیا۔

مارچ 1999 تک قاتل نہیں پکڑئے گئے۔

ضمنی

یہ کتاب میں 1997 میں کامل ہو گئی تھی اس لحاظ سے یہ ایف آئی آر 1997 میں آپ کے سامنے آجائی چاہئے تھی مگر ناگزیر وجوہ کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا۔ ان دو برسوں میں پولیس کی کارکردگی میں کیا فرق پڑا؟

پولیس کی طرف سے سول عدالتوں میں پکاریکارڈ، کے شوت پیش نہ کر سکنے کے باعث مختلف نوع کے جرائم اور دہشت گردی میں اضافہ سے گھبرا کر حکومت نے فوجی عدالتیں قائم کر دیں حالانکہ ان عدالتوں کو بھی مواد تو اسی پولیس نے فراہم کرنا تھا۔ تاہم

امور مملکت خویش خسروان دانند۔

پیرمیم کورٹ نے قانون ضرورت کی ایک غلط روایت پر خط تثنیخ کھینچتے ہوئے فوجی عدالتوں کو آئین کے مطابق قرار نہ دیا۔ یوں پولیس کو ”اعلیٰ کارکردگی“ دکھانے کے موقع سے محروم کر دیا گیا اور اس نے حسب روایت حاکمان وقت کے اشارہ ابر و پران کے سیاسی حریفوں پر بھی کڑی نظر رکھی اور حاکمان کے طرف داروں کو پیرمیم کورٹ پر یلخار کے لئے کھلا چھوڑ دیا۔ ذمہ دار پولیس اس سے کوئی سبق حاصل کرے گی؟ ہماری پولیس کا پورا ماضی گواہ ہے کہ اس نے کبھی اچھا سبق نہیں سیکھا۔ البتہ اسے برے سبق یاد رکھنے اور ان کے مطابق عمل کرنے پر اعزاز اور ترقی سے بھی نوازا گیا۔ مثلاً جس کوتwal کے عہد میں لاہور میں ایک دن میں ایک لنبہ کے کئی افراد قتل ہو گئے اور قاتلوں کا کچھ پتہ نہ چل سکا اسے ایک گرید اور ترقی دے دی گئی سیاسی حکومت کی تبدیلی کے باعث کچھ عرصہ یہ آفتاب گھنیں میں رہا، لیکن سیاسی تبدیلی پر پھر صورت خورشید کچھ ایسے ابھرا کہ اپنے درجنوں سینز افسروں کی چمک ماند کرتا گیا۔ کیا ایسی روایات کسی بھی ادارے میں کام کرنے والوں کے دل میں نہ صرف حکمرانوں کے بلکہ ملک کے خلاف زہر بھرنے کے لیے کافی نہیں؟

اسی اثنا میں ایک بات اور اچھی ہوئی کہ پنجاب کے سابق انسپکٹر جسل پولیس چودھری سردار محمد نے انگریزی زبان میں اپنی پولیس نوکری پر ایک بھاری کتاب لکھ دی۔ اس میں ان کے مشورے اور تجویزیں بھی شامل ہیں۔ ان سے پہلے کے ایک آئی جی پنجاب ایس ڈی جامی نے بھی ایک کتاب لکھی جن میں سے کچھ واقعات، آخری مضمون کی صورت میں شامل ہیں۔

گذشتہ دو سالوں میں قانون کو بہتر طور پر نافذ نہ کر سکنے کے صلے میں حکمرانوں نے پولیس کو ہلا شیری دے دی ہے کہ گناہ گار ہو چاہے بے گناہ جو مرد و دُقرار پا چکا ہے اسے پولیس مقابلے میں پار کر دو۔ ایم اے پاس لڑکی اپنی مرضی سے اگر شادی کر لے تو اس کے جاگیر دار سیاسی باپ بھائی کے کہنے پر دوسرے صوبے سے اس کو اٹھا کے لے آئے۔ جیسے راجہ داہر عورتوں کو اٹھا لایا تھا۔ گویا پولیس کو اذن مل گیا ہے کہ وہ ایک بد تمیز منہ زور اور اداروں کے انہدام پر اپنی بادشاہی قائم کرنے والے گروہ کو ملک کے اعلیٰ ترین بجھوں پر حملہ کرنے کا خود پورا موقع فراہم کرے۔ اس پولیس کی نیک نامی اور اعتقاد کو برقرار رکھنے

کے لیے بعض اوقات پولیس کی معصوم روئیں انہیں پولیس مقابلوں میں ماری جاتی ہیں۔
 بعض اوقات مجرموں کے ہاتھوں اور بعض اوقات اپنے ہی پاروڈی ساتھیوں----
 آخر میں شکرگزاری کی ایک صورت بھی---- فیض صاحب کے بقول
 روش کہیں بہار کے امکاں ہوئے تو ہیں

2 مارچ 1999 کے روزنامہ جنگ لاہور سے:

”ڈسٹرکٹ ویشن نج ناروال رانا زاہد حسین نے ساڑھے تین سال قبل تھانہ شکرگڑھ میں تشدد سے 25 سالہ نوجوان شر کو ہلاک کرنے کے جرم میں اس وقت کے ایس ایچ او اشرف گوندل کو سزاۓ موت کا حکم سنایا ہے۔ ایڈیشنل ویشن نج لاہور محمد یوسف نے پانچ سال قبل تھانہ جوہر تاؤن میں ایک نوجوان خالد سرفراز کو تشدد کر کے ہلاک کرنے کے اذام میں تین کاشیبلوں سلیم، نواز اور رفیق کو عمر قید کی سزا سنائی۔

شفقت تویر مرزا

18 - مارچ 1999

MashalBooks.Org

پولیس

پولیس کا محکمہ یا ادارہ کل بھی اور آج بھی، کچھ انہائی اہم مدنی، ضرورتیں پوری کرنے کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ معاشرے کو وحشت وہشت، عدم تحفظ بدامنی، انفرادی یا اجتماعی مسلح یا غیر مسلح مسلح تازعوں اور دارو گیر سے پاک کرنا اس کا اویں فرض تھا، نا انصافی کی صورت میں انصاف اور عدل پاکرنے پر یہ ایک معاون وسیلہ بھی تھا، زور والے کو روکنے اور کمزور کی مدد کرنے کا ابتدائی کام بھی ایک حد تک اسی ادارے کے فرائض میں شامل تھا اور ہے اور یہ سارے کام مدنی زندگی کے شروع ہوئے ہی کسی نہ کسی کو سرانجام دینے پڑے۔ وہ پولیس والے تھے، چوکیدار تھے، سردار تھے۔ محتب سب تھے، کوتال تھے، شہزاد تھے، جو بھی تھے ان کے کام کی بنیادی نوعیت ایک سی تھی، اسے لاثی یا شوٹ ک سے لے کر بکتر بندگاڑی اور انہائی مہلک گن سے مسلح بھی کیا گیا تو اسی نقطہ نظر سے کہ اسے ریاست، یعنی افراد ملک میں عمرانی معاهدہ کی پاسداری میں ایک معاون ادارے کے طور پر کام کرنا ہے۔

آج دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں پولیس نہ ہو، کہیں بہت زیادہ کہیں برائے نام، کہیں بے پناہ اختیارات کی مالک کہیں برائے نام اختیار والی، کہیں سرپاراجست اور کہیں سربرزجست، کہیں خوئے حکمرانی کہیں خیر کی ارزانی، گویا اس کے ہر جگہ اپنے روپ ہیں، بہر روپ بھی اور سروپ بھی، کہیں معاشرہ کی تنظیم و ترتیب میں رختہ اور شکاف ڈالنے والی، کہیں لوگ اس کے لئے سرپاپا سپاس کہیں ہاتھ سگ باری کے لئے اٹھتے ہوئے، لیکن پولیس دو انہاؤں میں ہی نہیں، مٹی ہوئی اس میں ان دونوں کا امتزاج ہی ہے، کہتے ہیں فوج جیت جائے تو قوم کی ہیرو ہار جائے تو زیریو، یعنی ہنگامی صورت حال میں ایک ادارے کی کار

کر دگی اس کی حیثیت قدر اور رتبہ کو متعین کرتی ہے اسی طور قوموں کی زندگی میں جب مشکل مقامات آتے ہیں تب پولیس، عدالتیہ، انتظام اور عوام کا کڑا امتحان شروع ہوتا ہے۔ کہا یہی جاتا ہے کہ اگر معمول کے حالات میں یہ ادارے اچھی کار کردگی کے حامل ہوں تو ہنگائی صورتوں کو بھی عموماً خوش اسلوبی سے سنپھال لیتے ہیں ورنہ انہیں تنزل اور زوال سے کوئی نہیں بچا سکتا اور بقول ساحر لدھیانوی یہ ادارے نئی نصل گل کے آنے تک، ضمیر ارض اک زہر چھوڑ جاتے ہیں۔

علامہ اقبال نے کہا تھا:

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم

کرتی ہے جو ہر زمانے اپنے عمل کا حساب

یہی حساب ہم نے من حیثیت القوم مجرمانہ طور پر ترک کر دیا چنانچہ پولیس کا ادارہ بھی آج دوسروں کی طرف سے نہیں خود اپنے سرا بر ہوں کی نظر میں بے شمار خرابیوں کا مرکز بن چکا ہے یقیناً اس کی وجہات میں ان میں کچھ ٹھوں اور بجا اور کچھ براہی کی یلغار کے سامنے ہتھیار ڈال دینے کی ناقابل معافی پسائی کے سبب۔

پولیس بذات خود ایک حساس ادارہ ہے مگر یہ وہ ادارہ ہے جس سے بجا طور پر توقع کی جاتی ہے کہ وہ ریاست، حکومت اور حکومتی اداروں کے بارے میں عوام کے احساس اور اعتماد ٹھیس نہیں پہنچنے دے گا۔ یہ معاشرہ میں اٹھنے والی لہروں کو جذب کر کے سطح آب کو ہموار رکھنے میں اپنا متعین کردار ادا کرے گا اور یہ کردار خود بخود ادا کرے گا کیونکہ اس کے لئے کسی ایف آئی آر کے درج کرانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پولیس اپنے مخصوص فرائض اور لباس کے باعث ہمہ وقت لوگوں کی نظر میں رہتی ہے اور ہر لحاظ اس سے بہتری کی توقع کی جاتی ہے خیر کی توقع کی جاتی ہے۔ اگر ایک چھوٹا سا بچہ بجوم میں پچھر گیا ہے اور پریشان ہے اور پولیس والا آس پاس ہے تو اس سے یہ توقع ہوتی ہو کہ وہ اسے اپنی تحمل میں لے کر ہر ممکن طریق اس کے دارثوں تک پہنچائے گا، یہ مثال معاشرے کے حوالے سے دی جاسکتی ہے۔

آج معاشرے میں پولیس کو موثر اور معاون ادارے کی حیثیت سے ایک خاص مرتبہ یا متعین مقام حاصل ہے۔ جس کے ابتدائی فرائض یہ ہیں کہ وہ ملکی قوانین کے نفاذ کا